www.emarsiya.com

	مرثیہ	
آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی جاسوس کہہ رہے ہیں نہیں راہ پھیر کی خوش بو ہے دشت، بادِ بہاری قریب ہے	۱	ڈیوڑھی سے چل چکی ہے سواری دلیر کی غش آگیا ہے شہ کو یہ ہے وجہ دیر کی ہشیار غافلو! کہ سواری قریب ہے
آتا ہے وہ جری جو ہزاروں میں فرد ہے دہشت سے آفتاب کا چہرہ بھی زرد ہے سر پر کوئی ہوا نہیں اس خاندان سے	۲	شیروں کا شیر عازمِ دشتِ نبرد ہے بڑھ کر پرے سے جو اسے روکے وہ مرد ہے گھر میں اِسی کے اتری ہے تیغ آسمان سے
مشہور ہیں جہاں میں یہ صفدرِ وحیدِ دہر لڑنے میں آگئی جو شجاعت کی اِن کو لہر فرزند ہیں علیؑ سے شہِ کائنات کے	۳	جبّار کے غضب کا نمونہ ہے اِن کا قہر لاکھوں سے ایک وار میں یہ چھین لیں گے نہر لاشوں کے پل بندھیں گے کنارے فرات کے
ہاں نورِ چشمِ فاتحِ خیبر قریب ہے مختتِ دلِ درندۂ اژدر قریب ہے جوہر کبھی چھپے نہیں تیغِ اصیل کے	۴	وہ وارثِ کشندۂ عنتر قریب ہے جو تیغ کا دھنی ہے وہ صفدر قریب ہے کاٹے انھیں کی تیغ نے پر جبرئیلؑ کے
یکتائے روزگار ہے وہ شیرِ حق کا لعل ان سے مقابلے کی بھلا ہے کسے مجال دکھلائیں گے چلن اسدِ کردگار کا	۵	اک اک جری ہے شیرِ درندہ دمِ جدال جرأت وہی ہے غیظ وہی ہے وہی جلال گھمگھاٹ اُن کی تیغ میں ہے ذوالفقار کا
رشکِ چمن ہیں سب پہ گُلِ سر سبد یہ ہے ذی مرتبت ہے صاحبِ فہم و خرد یہ ہے دیکھا نہیں جہان میں شیر اس جلال کا	۶	آفاق میں نظیرِ ہزبرِ احد یہ ہے عباسؑ نام کیوں نہ ہو کس کا اسد یہ ہے دُرِّ نجف ہے فاطمۂ زہرا کے لال کا
اللہ رے آمد آمدِ عباسؑ صف شکن جنگل کے شیر بن گئے تھے خوف سے ہرن یہ شیر کم نہیں اسدِ قلعہ گیر سے	۷	لرزاں تھے کوہ ہلتے تھے دل کانپتا تھا تن اک شور تھا کہ آج پڑے گا غضب کا رن گویا مقابلہ ہے جنابِ امیرؑ سے
تھا فوجِ قاہرہ میں تلاطم کہ الحذر چکر میں تھی سپاہ کہ گردش میں تھا بھنور فوجیں فقط نہ بھاگیں تھیں منہ موڑ موڑ کے	۸	تھیں موج کی طرح سے اِدھر کی صفیں اُدھر پانی میں تھے نہنگ ابھرتے نہ تھے مگر دریا بھی ہٹ گیا تھا کنارے کو چھوڑ کے
چھایا تھا سب پہ رعبِ علمدارِ نوجواں گوشہ اماں کا ڈھونڈھ رہی تھی ہر اک کماں تیروں کا بے گماں تھا ارادہ گریز کا	۹	تسلیم کو جھکے ہوئے تھے فوج کے نشاں ترکش بھی تھے ہراس میں کھولے ہوئے دہاں منہ کند ہو گیا تھا ہر اک تیغِ تیز کا

www.emarsiya.com

10
ہل چل یہ تھی کہ گردِ سواری عیاں ہوئی
آمد خدا کے شیر کی ساری عیاں ہوئی
گویا چمن میں بادِ بہاری عیاں ہوئی
آپ آئے کیا کہ قدرتِ باری عیاں ہوئی
روشن تھا شمعِ طور سے پرتو حضور کا
خلعت ملا زمیں مقدس کو نور کا

11
اک شور تھا کہ آج زمیں آسمان ہے
اترا زمیں پہ چاند یہ خالق کی شان ہے
صحرائے کربلا نہیں دنیا کی جان ہے
رضواں نے دی صدا کہ خدا مہربان ہے
پرتو ہے یہ رُخِ خلفِ بوتراب کا
دیکھو الٹ گیا ہے ورق آفتاب کا

12
نقشِ سمِ فرس کی ضیا پر گرد خیال
ہے دوپہر کے بعد سدا شمس کو زوال
اختر کہیں ہے بدر کہیں ہے کہیں ہلال
یاں ہے وہی عروج زہے حشمت و جلال
پروانہ آفتاب ہے چہرے کے نور پر
گھوڑے پہ آپ ہیں کہ تجلی ہے طور پر

13
آئینۂ جبیں سے صفا آشکار ہے
چشمِ گہر فشاں سے حیا آشکار ہے
ابروے ماہ رخ سے ضیا آشکار ہے
رُخ سے جلالِ شیرِ خدا آشکار ہے
رستم بھی چڑھ سکے گا نہ منہ پر دلیر کے
چہرہ تو حور کا ہے پہ تیور ہیں شیر کے

14
نورِ جبیں نے جلوۂ قدرت دکھا دیا
ابرو نے رنگِ تیغِ شجاعت دکھا دیا
چہرے نے حسنِ صبحِ صباحت دکھا دیا
قامت نے سب کو طورِ قیامت دکھا دیا
جنگل کو بوئے کوچۂ گیسو بسا گئی
کپڑوں سے نکہتِ گلِ فردوس آ گئی

15
ابرو نہیں ہے چشمِ مروت نہاد پر
دید اس کی فرضِ عین ہے خوش اعتقاد پر
نوں لکھ دیا ہے صانعِ قدرت نے صاد پر
قرباں ہے صبح و شام بیاض و سواد پر
سادہ نگیں حدید کا دُرِّ نجف میں ہے
پتلی نہ جانیو دُرِ مکنوں صدف میں ہے

16
اعجاز لب میں چشم میں سحرِ حلال ہے
تعریف کیا کریں دہن بے مثال ہے
پتلی نہیں ہے چہرۂ یوسفؑ کا خال ہے
تقسیمِ جزوِ لایتجزیٰ محال ہے
ٹھہرا لیا ہے نقطۂ فرضی دہن نہیں
اسرارِ کردگار میں جائے سخن نہیں

17
شیریں لبوں کی مدح میں لب ناطقہ ہے بند
پھیکی جو بات ہے وہ زباں کو نہیں پسند
لائے گا ہر سخن میں نمک یہ گماں نے قند
عالم ہے اُن کے شورِ تکلم سے بہرہ مند
نے قند میں یہ لطف نہ شاخِ نبات میں
صانع نے بھر دیا ہے مزا بات بات میں

18
بے مثل ہیں خوشا دُرِ دنداں کی آب و تاب
یوسفؑ نے دیکھے تھے یہی اختر میانِ خواب
دُرِ عدن کو دیتے ہیں دنداں شکن جواب
طالع چمک گئے سہ کنعاں ملا خطاب
باتوں میں ٹپ جو پڑتے ہیں اس خوش خصال کے
ہیروں کی چھوٹ پڑتی ہے ٹکڑوں پہ لال کے

www.emarsiya.com

۱۹
قربانِ رونقِ خطِ رخسارِ سرخ فام
واللیل گردِ سورۂ والشمس ہے تمام
یہ صبح ہے حلب کی تو گیسو ختن کی شام
گویا جنابِ خضرؑ کا ظلمات ہے مقام
تفسیر خط کی مصحفِ ایماں کے گرد ہے
دیکھو ہجومِ مور سلیماں کے گرد ہے

۲۰
یہ خط نہیں ہے دفترِ قدرت نگار ہے
لاریب فیہ مصحفِ پروردگار ہے
عنبر فشانیِ قلمِ مشک بار ہے
واضح یہ ہے کہ جلد سے خط آشکار ہے
منہ دیکھے جس کو نور کا سورہ نہ یاد ہو
تاریک شب میں پڑھ لے جو روشن سواد ہو

۲۱
روشن گرِ زمانہ ہے صبحِ گلو کا نور
نورِ خدا کا صاف گریباں سے ہے ظہور
دیکھے اگر تو شرم سے گردن جھکائے حور
پروانہ شمعِ حسن پہ جس کے چراغِ طور
بوسوں کو حوریں رہ گئیں ہیں ہونٹ چاٹ کے
پریوں نے جان دی ہے گلے کاٹ کاٹ کے

۲۲
شانے سپہرِ حسن کے دو آفتاب ہیں
ساعد برائے تیغ و سپر انتخاب ہیں
بازو مثالِ دستِ خدا لاجواب ہیں
ہاتھوں سے بادشاہ و گدا فیض یاب ہیں
الٹی ہے آستین جو حیدرؑ کی شان سے
ننگی ہوئی ہے تیغ ید اللہ میان سے

۲۳
ساعد میں زور وہ کہ زبردست زیر ہیں
لاکھوں پہ حملہ کرتے ہیں ایسے دلیر ہیں
ایذا میں باحواس ہیں فاقوں میں سیر ہیں
پنجے کا اُن کے ذکر بھلا کیا کہ شیر ہیں
زہرہ ہے ڈر سے آب کیومرث و گیو کا
منہ پھر گیا ہے اُن کے طمانچوں سے دیو کا

۲۴
طاقت بھی ان کے بازوؤں کا ایک نام ہے
اقبال ان کے گھر کا مدار المہام ہے
زور اُن کا خانہ زاد، تہور غلام ہے
ان کے جلو میں فتح و ظفر صبح و شام ہے
ہر دم قشونِ جاہ و حشم ساتھ رہتے ہیں
نصرت کو ان کا غاشیہ بردار کہتے ہیں

۲۵
فوج اُن کی شان و شوکت و اقبال و جاہ ہے
ثابت قدم ہیں پر دمِ تیغ اُن کی راہ ہے
مردانگی غلام جلالت سپاہ ہے
جرأت ہے اُن کا خشم شجاعت نگاہ ہے
فوجوں سے معرکے میں نشاں چھین لیتے ہیں
سید ہیں آن بان پہ یہ جان دیتے ہیں

۲۶
مرجائیں نامراد یہ ان کی مراد ہے
کم اُن کے آگے لشکرِ ابنِ زیاد ہے
ناشاد ہو کے جان تو دل ان کا شاد ہے
جویا ہیں کافروں کے یہ شوقِ جہاد ہے
دنیا ہو اک طرف تو یہ کچھ جانتے نہیں
اللہ و پنجتنؑ کے سوا مانتے نہیں

۲۷
رہتے ہیں سب جہاں کے زبردست و زیر دست
دیکھا ہے شیرِ حق کی لڑائی کا بند و بست
لشکر تباہ کر دیئے فوجوں کو دی شکست
آنکھ ان کی حق نما ہے نظر ان کی حق پرست
روح الامیں پروں کو بچھاتے ہیں فرش پر
سر اُن کے خاک پر ہیں نماز اُن کی عرش پر

www.emarsiya.com

۲۸
سینے کا آئینہ ہے کدورت سے پاک صاف
جرأت کا اُن کی قاف سے شہرہ ہے تا بہ قاف
برعکس ان سے جو وہ خدا سے ہے برخلاف
سو سو صفوں کو صاف کیا ہے دمِ مصاف
دعویٰ انھو جسے یہ اسے ٹوکتے نہیں
تلوار جب چلی تو سپر روکتے نہیں

۲۹
اب کس طرح ثباتِ قدم کو کروں رقم
نعلین پائے حضرتِ عباسؑ کی قسم
کاغذ پہ رک گیا ہے صدا دے کے یہ قلم
ٹل جائے کوہ پر نہ ہٹیں گے جگہ سے ہم
ثابت ہوا کہ قابلِ شرح و بیاں نہیں
خامے کا ذکر کیا ہے سیاہی رواں نہیں

۳۰
وصفِ سلاحِ جنگ میں اب لٹ گئی ہے جاں
مضموں نئے تراش تو اے خنجرِ زباں
اے ذہن آج ہے تری تیزی کا امتحاں
جوہر شناس بیٹھے ہیں اے تیغِ طبع ہاں
منزل ابھی ہے دور صفِ کارزار کی
رہ جائیو نہ تجھ کو قسم ذوالفقار کی

۳۱
یہ خودِ آہنی نہیں فرقِ جناب پر
ابر آگیا ہے فرقِ رسالت مآبؐ پر
سرپوشِ نور ہے قدحِ آفتاب پر
یا تاجِ خسروی ہے سرِ بوترابؑ پر
سایہ میں وہ جو آج سعیدِ زمانہ ہے
اقبال کے ہما کا یہی آشیانہ ہے

۳۲
مردم کو اس زرہ کی زیارت ضرور ہے
موسیٰؑ کا ہے یہ قول کہ قندیلِ طور ہے
حلقوں میں جس کے حور کی پتلی کا نور ہے
داؤدؑ کہتے ہیں کہ یہ جوشن زبور ہے
کشافِ امرِ حق ہے بیاں اس سعید کا
ہاں ترجمہ ہے مصحفِ ربِّ مجید کا

۳۳
رکھتا نہیں کسی سے کدورت یہ خوش نہاد
چار آئینہ ہے رحمت و انصاف و عدل و داد
الّا عدوئے آلِ پیمبرؐ سے ہے عناد
بس پنجتنؑ کا نام سپر ہے دمِ جہاد
بن جائے گا اماں کا حصار آئینہ بھی
جوشن یہی سپر یہی چار آئینہ یہی

۳۴
پیشانی آئینہ، رخِ جاں پرور آئینہ
بر میں دل آئینہ جسد انور آئینہ
دوش آئینہ ہے سینۂ مہ پیکر آئینہ
ہر آئینہ سے بہتر و خوش تر ہر آئینہ
بے حد و بے حساب و شمار آئینہ ہیں یاں
چار آئینہ کے بدلے ہزار آئینہ ہیں یاں

۳۵
دستانہ ہے کہ تیغِ یداللہ کا نیام
قالب ظفر کا، فتح کا گھر، زور کا مقام
منہ میں کلائی شیر کی یہ ہے انھیں کا کام
پنجے میں ہے جو تیغ تو قبضے میں روم و شام
دنیا میں کوئی اُن سے نہ افضل نہ دیں میں
قوت خدا کے ہاتھ کی ہے آستین میں

۳۶
یہ شیرِ نیستانِ ولایت کے ببر ہیں
چھیڑ جائیو نہ ان کو یہ مختارِ صبر ہیں
بیٹے میں شیرِ حق کے ہے یہ وہ ہزبر ہیں
کڑکیں اگر تو برق ہیں گرجیں تو ابر ہیں
ربِّ علا کا قہر انھیں کا جلال ہے
برق اُن کی تیغ ہے تو گھٹا اُن کی ڈھال ہے

www.emarsiya.com

۳۷
روباہ دل ہے شیرِ ژیاں اُن کے سامنے
پشّے سے کم ہیں پیلِ دماں اُن کے سامنے
لرزاں ہیں مثلِ پیر، جواں اُن کے سامنے
کھلتی نہیں کسی کی زباں ان کے سامنے
تن پر زرے ہو کہ خاک کے پیوند ہوگئے ہیں
انساں تو کیا ہیں تیغوں کے دم بند ہوگئے ہیں

۳۸
ہے دوش صبحِ عید شبِ قدر ہے سپر
اک ماہِ نو تو چار ستارے ہیں جلوہ گر
قدرت خدا کی یہ ہے ادھر شب اُدھر سحر
گویا دولہن بنی ہوئی ہے لیلیِ ظفر
جو خوبیاں کہ چاہئیں وہ سب حصول ہیں
معشوقِ سبزہ رنگ کے دامن میں پھول ہیں

۳۹
ہے وصفِ تیغ میں سپر انداختہ زباں
مضموں ہیں مثلِ برقِ جہندہ شرر فشاں
لکنت کے حرف آتے ہیں لب پر دمِ بیاں
پیدا صریرِ کلک سے ہے شورِ الاماں
کیونکر کوئی لکھے جو مجالِ رقم نہ ہو
خامے کو خوف ہے کہ زباں پھر قلم نہ ہو

۴۰
قد کتنا خوش نما ہے بدن کس قدر ہے گول
مفتاحِ فتح ہے درِ نصرت کو اس سے کھول
جوہر شناس ہے تو اسے موتیوں سے تول
وہ تیغ ہے خراجِ صفاہاں ہے جس کا مول
اشراف کا بناؤ رئیسوں کی شان ہے
شاہوں کی آبرو ہے سپاہی کی جان ہے

۴۱
دل سوز، شعلہ خو، شرر انداز، جاں گداز
خوں خوار، کج ادا و دل آزار و سرافراز
لشکر کش و شکست رساں و ظفر نواز
حاضر جواب، تیز طبیعت، زباں دراز
کج اس کی ہے پسند جہاں کو کجی نہ ہو
معشوق پھر نہیں اگر اتنی کجی نہ ہو

۴۲
پشتہ وہ اس کا اور وہ باریکیِ خمیر
جنگ آزما، خراج ستانندہ، ملک گیر
کس بل میں بے مثال اصالت میں بے نظیر
گیتی نورد، بادیہ پیما، فلک مسیر
اس کا جلال خلق میں کس پر جلی نہیں
کوچہ وہ کون سا ہے جہاں پر چلی نہیں

۴۳
چھوڑے اگر شعاع کی چلمن نہ آفتاب
آفت کا دم ہے قہر کی تیزی غضب کی آب
کیا تاب ہے کہ لا سکے اس کی چمک کی تاب
دشمن اسے جو رات کو دیکھے میانِ خواب
بھاگے ہزار وہ پہ نہ پاوے مفر کہیں
بستر پہ دھڑ کہیں ہو دمِ صبح سر کہیں

۴۴
ہے گرچہ علم تیر میں قادر وہ ارجمند
تیغ و سپر ہے یا علمِ شاہِ سربلند
لیکن کماں نہ ساتھ ہے نے تیر و نے کمند
سب حربے دور کے ہیں بہادر کو ناپسند
کیا خوف اُن کو نہر پہ گر روک ٹوک ہے
نیزہ نہیں جو پاس اک اس میں بھی نوک ہے

۴۵
صدقے علم کے حضرت عباسؑ کے نثار
شمشاد سبز پوشِ گلستانِ اقتدار
طوبیٰ شکوہ، عرش تجمل، فلک وقار
حمزہؑ کا اقتدار تو جعفرؑ کا افتخار
جھکتا ہے جس سے عرش یہ پایا اسی کا ہے
ظلِ خدا پہ دھوپ میں سایہ اسی کا ہے

www.emarsiya.com

۴۶

دریا خجل تھا سبز پھریرے میں تھی وہ لہر
دامن ہے بادبانِ جہازِ امامِ دہر
سبزہ بھی اس کے عشق میں کھائے ہوئے تھا زہر
موجیں دکھا رہی ہیں بہشتِ بریں کی نہر
پنجے کا نور سبز پھریرے کے ساتھ ہے
طوبیٰ کی شاخِ سبز پہ مریمؑ کا ہاتھ ہے

۴۷

دامن وہ سبز اور وہ پنجے کا اس کے نور
فرقِ جنابِ خضرؑ پہ روشن ہے شمعِ طور
نکلا ہوا ہے قصرِ زمرد سے روئے حور
بے شبہ وہ امام کے ہے نور کا ظہور
اس کا علم یہ ہے جو شہِ مشرقین ہے
گویا حسنؑ کے دوش پہ دستِ حسینؑ ہے

۴۸

لکھتا ہے اب کمیتِ قلم سرعتِ سمند
نازک مزاج خوش قد و طناز و سربلند
آہو شکار، شیر طبیعت، وغا پسند
وہ پیش و پس وہ سم وہ کنوتی وہ جوڑ بند
اتری تھی اک پری فرسِ تند خو نہ تھا
سرعت بھری ہوئی تھی رگوں میں لہو نہ تھا

۴۹

تنہا ہے اس شکوہ سے عباسِؑ تشنہ لب
تیغیں علم کیے ہے سپاہِ دغا طلب
اور واں پرے جمائے ہیں سفاک سب کے سب
ڈھالوں سے اہلِ شام کی دن ہو گیا ہے شب
سرہنگِ روم و رے ہیں دغا پر تلے ہوئے
ہیں دور تک نشانوں کے شقے کھلے ہوئے

۵۰

کہتا تھا شمر آکے ہر اک کے پرے کے پاس
مردوں کو معرکے میں نہیں چاہیئے ہراس
ہاں صفدرانِ شام خبردار باحواس
بڑھنے نہ پائے حضرتِ عباسِؑ حق شناس
لاکھوں ہو تم وہ ایک ہے پیاسے کو ٹوک لو
جانیں لڑا کے شیر کے حملے کو روک لو

۵۱

ہے رستمی کا وقت وغا کا مقام ہے
عالم میں شورِ طنطنۂ فوجِ شام ہے
مردانگی نبرد میں مردوں کا کام ہے
حیدرؑ کے اس نشان کو مٹا دو تو نام ہے
ہاتھوں سے صبر کی بھی عناں چھوٹ جائے گی
مرجائیں گے حسینؑ کمر ٹوٹ جائے گی

۵۲

پہونچی جو گوشِ شاہ میں یہ شمر کی صدا
چلائے آکے سامنے اے فوجِ اشقیا
اٹھے تڑپ کے خاک سے حضرت برہنہ پا
کاٹو خدا کے واسطے پہلے مرا گلا
بولا نہیں میں کچھ جو بھرا گھر اجڑ گیا
مر جاؤں گا ابھی جو یہ بھائی بچھڑ گیا

۵۳

آفت میں مبتلا ہوں اسیرِ محن بھی ہوں
بیکس بھی ہوں ضعیف بھی ہوں خستہ تن بھی ہوں
فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہوں
سید بھی ہوں غریب بھی ہوں بے وطن بھی ہوں
ناحق بڑھے ہو تیر کمانوں میں جوڑ کے
کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۵۴

مشہور کائنات میں ہے بھائیوں کا پیار
پہلو میں دل نہ ہو تو جگر کو کہاں قرار
بچپن سے میں ہوں اس پہ فدا مجھ پہ یہ نثار
مجھ سے جدا ہوا نہیں دم بھر یہ نامدار
جب سے خدا کے شیر نے چھوڑا جہان کو
پالا ہے میں نے گود میں اس نوجوان کو

www.emarsiya.com

۵۵
بازو یہی ہے ہاتھ یہی تن کی جاں یہی — قوت یہی عصا یہی تاب و تواں یہی
بھائی یہی پسر یہی راحت نشاں یہی — خادم یہی شفیق یہی مہرباں یہی
پانی پلائے جب یہ بہشتی تو پیتے ہیں — ہم تو اسی جواں کے سہارے سے جیتے ہیں

۵۶
دل کی جو تقویت ہے تو قوت جگر کی ہے — سینے کا ہے سرور ضیا چشم تر کی ہے
دولت یہ کچھ ایک دن کی نہیں عمر بھر کی ہے — پیری کا آسرا ہے نشانی پدر کی ہے
کیونکر نہ روؤں روح کا اور تن کا ساتھ ہے — طفلی کی الفتیں ہیں لڑکپن کا ساتھ ہے

۵۷
ہم دونوں میں سے ایک پہ قربان ایک ہے — جاں ایک ہے دل ایک ہے ایمان ایک ہے
جلدیں اگرچہ دو ہیں پہ قرآن ایک ہے — قالب جدا جدا ہیں مگر جان ایک ہے
جب روح کوچ کر گئی پھر تن میں دم کہاں — بے جاں ہوا یہ جانِ برادر تو ہم کہاں

۵۸
دنیا میں چھوٹے بھائی سے پیارا نہیں کوئی — دل کا سرور آنکھوں کا تارا نہیں کوئی
گر ہے تو یہ ہے اور سہارا نہیں کوئی — کہنے کو یوں ہیں سب پہ ہمارا نہیں کوئی
پوچھو اسی سے بھائی سے جس سے جدائی ہو — جب باپ ہو جہان میں پیدا تو بھائی ہو

۵۹
رو کر جو مستغیث امام بحق ہوئے — غم سے کلیجے بھائیوں والوں کے شق ہوئے
جو صاحب حیا تھے وہ غرق عرق ہوئے — سن کر صدا حسینؑ کی عباس فق ہوئے
برچھی لگی الم کی دل دردناک پر — نزدیک تھا کہ گر پڑیں گھوڑے سے خاک پر

۶۰
گھبرا کے معرکے سے پھر آیا وہ خوش خرام — دیکھا کھڑے ہیں ہاتھوں سے تھامے کمر امام
گھوڑے سے کود کر یہ پکارا وہ نیک نام — آپ آئے کیا غضب یہ کیا اے فلک مقام
سر پر عمامہ رکھئے پیمبر کے واسطے — یہ اضطراب بندۂ احقر کے واسطے

۶۱
پھیلائے شہ نے ہاتھ کہ آؤ گلے لگو — سینہ مرے جگر سے لگاؤ گلے لگو
بچھڑے ہیں دیر سے نہ رلاؤ گلے لگو — لو تم بھی دستِ شوق بڑھاؤ گلے لگو
آنکھوں سے آنکھیں منہ سے منہ اور لب سے لب ملیں — اب کی جدا ہوئے تو خدا جانے کب ملیں

۶۲
دو ایک جا رہیں یہ فلک کو نہیں پسند — دنیا میں ہجر کا کسے پہونچا نہیں گزند
دیکھا نہیں کہ ہو کبھی رشتہ اجل کا بند — آتی ہے موت جب تو بچھڑتے ہیں بھائی بند
روئے جو مدتوں تو خوشی ایک دم رہے — تھوڑے دنوں نبیؐ و علیؑ بھی بہم رہے

۶۳
وہ دل ہے داغدار جو ہجراں نصیب ہے — کوئی بعید یار سے کوئی قریب ہے
اس باغ کا بھی رنگ عجیب و غریب ہے — اکثر چمن میں پھول نہیں عندلیب ہے
موسم کوئی نہیں چمنِ روزگار میں — لاکھوں ہیں گل کہ ٹوٹ گئے ہیں بہار میں

www.emarsiya.com

۶۴
فرما کے یہ بہ شوق امامِ امم بڑھے
عباسؑ اس طرف کو جھکا کر علم بڑھے
بس ڈبڈبائے آنکھوں کو وہ بحرِ غم بڑھے
یہ سوئے سینہ اور وہ سوئے قدم بڑھے
دونوں پہ کوہِ رنج و غم و یاس گر پڑے
گردن جھکا کے پاؤں پہ عباسؑ گر پڑے

۶۵
بولے گلے لگا کے شہنشاہِ نامدار
اے میرے یادگارِ پدر میں ترے نثار
بیٹے رہو ابھی کہ جگر کو نہیں قرار
بھیا لگا دو چھاتی سے چھاتی پھر ایک بار
تم کیا چلے کہ زخمِ جگر تازہ ہو گیا
پھر آج ہم کو داغِ پدر تازہ ہو گیا

۶۶
زیرِ بغل تھے دستِ شہنشاہِ بحر و بر
چھاتی سے سر لگائے تھے عباسؑ نامور
حضرت کا روئے پاک تھا بھائی کے دوش پر
ہچکی لگی تھی اُن کو اِدھر اور اِنھیں اُدھر
کھنچتی تھی رقت اُن کی نہ زہراؑ کے جائے کی
تھی دو طرف بلند صدا ہائے ہائے کی

۶۷
عباسؑ رو کے کہتے تھے مولا نہ روئیے
صدقے غلام اے مرے آقا نہ روئیے
صدمے سے بے قرار ہیں بابا نہ روئیے
سر پیٹتی ہیں فاطمہؑ زہرا نہ روئیے
پردے میں کچھ نہ آلِ نبیؐ کے خلل پڑے
ایسا نہ ہو غضب کہ سکینہؑ نکل پڑے

۶۸
دل تھا جو شہ کا فرطِ محبت سے بے قرار
فرمایا ہم کو گرد تو پھرنے دو ایک بار
بولے یہ کانپ کے عباسِؑ باوقار
بندے ہوں لاکھ مجھ سے تو نعلین پر نثار
کیوں کر کہوں کہ قابلِ لطفِ امام ہوں
میں تو سکینہؑ جان کا ادنیٰ غلام ہوں

۶۹
رو کر کہا حسینؑ نے اے جان الوداع
اچھا سدھارو اے مرے ذی شان الوداع
بھائی تمھارے عزم کے قربان الوداع
ہم بھی ہیں کوئی آن کے مہمان الوداع
بابا سے میری پیاس کی فریاد کیجیو
کوثر پہ جاؤ تو مجھے یاد کیجیو

۷۰
روتے ہوئے یہ کہہ کے چلے شاہِ دیں پناہ
تا دیر اس طرف رہی عباسؑ کی نگاہ
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کو پکارے بہ اشک و آہ
آنے دیا حضور کو یاں تم نے واہ واہ
بھولے اُسے جو کہہ گئے ہم آئے تھے آپ سے
بیٹا چچا نثار خبردار باپ سے

۷۱
فرما کے یہ چڑھے فرسِ خوش خرام پر
نعرہ تھا دم بدم کہ تصدق امام پر
چمکا فرس کہ برق گری ابرِ شام پر
غصے سے ہاتھ شیر نے ڈالا حسام پر
جھک کر رجز پڑھا کہ پرے تھرتھرا گئے
خیبر کے سرکشوں کو علیؑ یاد آ گئے

مطلع دوم
۷۲
اے رخشِ خامہ شوخیِ جولاں گری دکھا
اے نطقِ سحر کار زباں آوری دکھا
اے شہسوارِ فوجِ سخن صفدری دکھا
اے زورِ طبع دبدبۂ حیدری دکھا
سطریں بندھیں ورق پہ صفیں کارزار کی
مصرع ہر اک دکھائے برش ذوالفقار کی

www.emarsiya.com

۷۳ ہاں اے قلم سروں کی جدائی دکھا مجھے
دریائے کشت و خوں کی ترائی دکھا مجھے
خندق کی اور اُحد کی لڑائی دکھا مجھے
شمشیرِ مصطفےٰ کی صفائی دکھا مجھے
دل شق کرے صریرِ قلم کارزار میں
غل ہو کہ شیر گونج رہا ہے کچھار میں

۷۴ نکلے وہ شعر طبعِ فصاحت شعار سے
نقطے تھے آبدار دُرِ آبدار سے
فقرے تھے جس کے تیز کہیں ذوالفقار سے
مضموں برش میں تیز تھے خنجر کی دھار سے
اعدا کے نظم و نسق کی صورت بدل گئی
تیغ دودم عرب کے فصیحوں پہ چل گئی

۷۵ نعرہ یہ تھا کہ ہم دُرِ دریائے نور ہیں
خیبر کشا کے قلب و جگر کے سُرور ہیں
دنیا کے جتنے عیب ہیں سب ہم سے دور ہیں
جرار ہیں سخی ہیں ولی ہیں غیور ہیں
اپنا چلن کھلا ہوا سب عاقلوں پہ ہے
اب تک ہماری حرب کا سکہ دلوں پہ ہے

۷۶ جب معرکے میں جم گئے ہیں پاؤں گاڑ کے
روکی ہے تیغ کفر کی بستی اجاڑ کے
دم میں قدم اکھاڑ دیئے ہیں پہاڑ کے
پھینکا ہے گھر سے حق کے بتوں کو اکھاڑ کے
پڑھ کر درود فوجِ ملک مدح خواں ہوئی
جب ہم گئے تو کعبے کے اندر اذاں ہوئی

۷۷ در پے ہمیں رہے رہِ حق کی تلاش کے
چھوڑا نہ سر بدن پہ کسی بدمعاش کے
ٹکڑے تلک جلا دیئے کافر کی لاش کے
کاٹے ہمیں سے ہاتھ ہر اک بُت تراش کے
ناقوس کو اٹھا کے زمیں پر ٹپک دیا
آتش کدوں پہ تیغ کا پانی چھڑک دیا

۷۸ جنگ آزما ہیں صف شکن و قلعہ گیر ہیں
دنیا کے بادشاہ ہیں گردوں سریر ہیں
صولت میں دبدبے میں عدیم النظیر ہیں
اس اوج پر حسینؑ کے در کے فقیر ہیں
رتبے پہ فخر ہے نہ شجاعت پہ ناز ہے
گر ہے تو بس غلامیِ حضرت پہ ناز ہے

۷۹ کیا کیا لڑے ہیں خیبر و بدر و تبوک میں
شہرہ ہے اپنی جود و سخا کا ملوک میں
یہ ہاتھ پیاس میں نہ رکے ہیں نہ بھوک میں
حاتم سے بھی سخی ہیں سوا ہم سلوک میں
بگڑے ہیں جب تو خون کے دریا بہائے ہیں
سر دیدیا ہے بات پہ جس وقت آئے ہیں

۸۰ تب شمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول
غازی پکارا او نجس و مرتد و جہول
بیعت انھیں تو صلح ہمیں بھی نہیں قبول
لیجو نہ منھ سے نامِ جگر گوشۂ رسولؐ
سمجھا ہے کیا امامِ عراق و حجاز کو
گدی سے کھینچ لوں گا زبانِ دراز کو

۸۱ تو کیا ہے اور کیا ہے ترا وہ امیرِ شام
تو بھی نمک حرام ہے وہ بھی نمک حرام
کرتے ہیں بادشاہ کہیں بیعت غلام
او بے ادب یزید کجا اور کجا امام
دوزخ سے دور رہتے ہیں سالک بہشت کے
کعبہ کبھی جھکا نہیں آگے کنشت کے

www.emarsiya.com

۸۲ یہ کہہ کے لی دلیر نے تلوار میاں سے
نکلی جو عندلیبِ ظفر آشیاں سے
مسکن چھٹا ہمائے سعادت نشان سے
چمکے شرارے پھول جھڑے آسمان سے
دکھلائی شکلِ قہر خدائے جلیل نے
آنکھوں پہ ڈر کے رکھ لیے پر جبرئیل نے

۸۳ حملہ دلیر کا غضبِ کردگار تھا
تلوار کوندتی تھی فرس بے قرار تھا
گر سامنے تھا شیر تو وہ بھی شکار تھا
مقتل میں گرم معرکۂ کارزار تھا
بہتا تھا خوں بدن سے تو منہ زرد ہوتے تھے
تلوار کی ہوا سے بدن سرد ہوتے تھے

۸۴ وہ تیغِ جاں گداز جدھر چل کے رہ گئی
یہ غول بھن گیا تو وہ صف جل کے رہ گئی
گردن عدو کی شمع صفت ڈھل کے رہ گئی
بھاگا کوئی تو ہاتھ اجل مل کے رہ گئی
کہتی تھی تیغ مجھ سے کہاں بچ کے جائے گا
ٹھنڈا کروں گی میں تو جہنم جلائے گا

۸۵ ہوش و حواسِ شمرِ سیہ رو اڑا دیے
راکب کے پاؤں گھوڑے کے زانو اڑا دیے
دو دو کے ایک ہاتھ میں بازو اڑا دیے
ڈالی کسی نے آنکھ تو ابرو اڑا دیے
تھا نورِ چشمِ شیرِ الٰہی جلال میں
پتلی چھپی ہوئی تھی سیاہی کی ڈھال میں

۸۶ بجلی سی جس پرے کی طرف آ کے پھر گئی
دم میں لہو زمیں پہ برسا کے پھر گئی
ناگن تھی اک کہ فوج پہ لہرا کے پھر گئی
اللہ رے منہ صفیں کی صفیں کھا کے پھر گئی
کاٹے جگر تو اور دلیری ہوئی اُسے
سیروں لہو پیا پہ نہ سیری ہوئی اُسے

۸۷ غصہ تھا شیر کا نپتے تھے بزدلوں کے دل
لوہے کو اس کے مان گئے جاہلوں کے دل
سینے میں ہو گئے تھے لہو قاتلوں کے دل
کیا چال تھی کہ لوٹتے تھے بسملوں کے دل
تھی ماہِ نو یہ پھرتی تھی بجلی بنی ہوئی
چمکی تو زخمیوں کے لیے چاندنی ہوئی

۸۸ لرزاں ہر ایک بانیِ بیداد و جور تھا
رخ زرد تھے سپاہ کے کچھ رنگ اور تھا
لشکر تھا بے حواس تباہی کا طور تھا
نیزوں کا تھا نہ اوج نہ ڈھالوں کا دور تھا
کشتوں کے پشتے اور سروں کے پہاڑ تھے
فوجیں کٹی ہوئی تھیں محلے اجاڑ تھے

۸۹ گر اس طرف بڑھا کسی بیداد گر کا ہاتھ
رکتا نہ تھا علیؑ و ولی کے پسر کا ہاتھ
بالائے تن رہا نہ اِدھر نہ اُدھر کا ہاتھ
دو ہو کے گر پڑا جسے مارا کمر کا ہاتھ
ہنستی تھی موت آنکھ جو پڑتی تھی زین پر
آدھا فرس پہ جسم تھا آدھا زمین پر

۹۰ تیغیں سپر کے ساتھ کٹیں خود سر کے ساتھ
ہلچل یہ تھی کہ باپ نہ ٹھہرا پسر کے ساتھ
سینہ کمر کے ساتھ کٹا دل جگر کے ساتھ
اور معرکہ میں چھوٹ گئے عمر بھر کے ساتھ
بھاگے شریر خلعت و منصب کو چھوڑ کر
روحیں روانہ ہو گئیں قالب کو چھوڑ کر

www.emarsiya.com

۹۱
گرتی تھی برق تیغ جو ہر پل ادھر ادھر
بندیہ تھا کہ پھر رہی تھی کل ادھر ادھر
سمٹے ہوئے تھے ڈھالوں کے بادل ادھر ادھر
بھاگڑ تھی قلب فوج میں ہل چل ادھر ادھر
ہر جا تنوں کے ڈھیر سروں سے بلند تھے
بھاگیں کہاں گریز کے کوچے تو بند تھے

۹۲
سرہنگ شام ٹھوکریں کھا کھا کے مر گئے
کتنے جواں سموں کے تلے آ کے مر گئے
جو بچ گئے ادھر سے ادھر جا کے مر گئے
پس پس گئے سر سے ہو گئے ٹکرا کے مر گئے
ہل چل نے استخوان بدن چور کر دیے
بیٹوں نے پاؤں باپ کی چھاتی پہ دھر دیے

۹۳
بھڑکا دی آگ صاعقۂ شعلہ ریز نے
بجلا اٹھیں سمند کی ہر جست و خیز نے
چن کر صفوں کو صاف کیا تیغ تیز نے
گیتی الٹ دی ابن علیؑ کی ستیز نے
ترکش نہ تھے درست نہ ثابت کمان تھی
تیغوں میں دم رہے تھے نہ لشکر میں جان تھی

۹۴
تھرا رہا تھا خوف سے مینائے لاجورد
تھا دن بھی زرد دھوپ بھی زرد اور زمیں بھی زرد
ہلتے تھے کوہ کانپتا تھا داد سے نبرد
خورشید چھپ گیا یہ اٹھی کربلا میں گرد
اک تیرگی غبار سے تھی چشم مہر میں
بالو پڑے ہوئے تھے محیط سپہر میں

۹۵
تھا الاماں کا شور پریشاں تھے اہل شہر
ماتھے علم کے گرتے تھے جھک جھک کے خاک پر
تیغوں کے پیچھے ڈر کے چھپی تھی ہر ایک سپر
رستم نے بال کھولے تھے فریادیوں نے سر
دانتوں میں خس ہراس سے تھی ہر جوان کے
چادر ہلا رہے تھے پھریرے نشان کے

۹۶
مصروف تھے جہاد میں عباسؑ باوفا
اب کیا سکینہ پیاسی ہی مر جائے اے چچا
ناگاہ آئی خیمے کی ڈیوڑھی سے یہ صدا
کب تک لڑو گے فوج سے بس ہو چکی وغا
سوکھے ہوئے لبوں پہ مری جان آئی ہے
اے نور چشم ساقی کوثر دہائی ہے

۹۷
جلدی خدا کے واسطے دریا پہ جائیے
پھکتا ہے سینہ آگ جگر کی بجھائیے
قربان جاؤں بھر کے مری مشک لائیے
اچھے مرے چچا مجھے پانی پلائیے
اب رحم کیجئے مری دو دن کی پیاس پر
جیتی ہوں اب تلک آپ کے آنے کی آس پر

۹۸
اعدا کو بار بار نہ جھنجھلا کے دیکھیے
کانٹے مری زبان کے اب آ کے دیکھیے
صدقے گئی فرات کو اب جا کے دیکھیے
رونے کو شاہ بیکس و تنہا کے دیکھیے
صدمہ فراق کا ہے دل دردناک پر
جلد آئیے حسینؑ تڑپتے ہیں خاک پر

۹۹
عباسؑ نے سنی جو یہ آواز ناگہاں
کاندھے پہ رکھ کے شیر نے شمشیر خوں چکاں
بے اختیار آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
رخ جانب فرات کیا پھیر کر عناں
دیکھی جو نہر دل نہ رہا اختیار میں
گھوڑا اڑا کے تیر سے آئے کچھار میں

www.emarsiya.com

۱۰۰
گرمی میں تھے وہ غرق عرق سر سے تا بہ پا
دریا سے ٹھنڈی ٹھنڈی جو آنے لگی ہوا
سردی سے اس ترائی کے جان آگئی ذرا
صدمہ ہوا کہ دھوپ میں ہیں شاہ کربلا
دل ہو گیا کباب مصیبت پہ شاہ کی
عباسؑ نامدار نے اک سرد آہ کی

۱۰۱
دو دن سے بے زباں پہ جو تھا آب و دانہ بند
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند
دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند
چمکارتے تھے حضرت عباسؑ ارجمند
تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منہ سوار کا

۱۰۲
چمکارتے تھے حضرت عباسؑ نیک نام
گر تو ہے تشنہ کام تو ہم بھی ہیں تشنہ کام
بس اتنا مضطرب نہ ہو اے اسپ تیز گام
پیاسا ہے ذوالجناح شہنشاہ خاص و عام
اٹھتا ہے شور گریہ محمدؐ کی آل سے
آگاہ کیا نہیں ہے سکینہؑ کے حال سے

۱۰۳
عباسؑ نے کہا جو یہ بچوں کا حال زار
جب نہر علقمہ میں در آیا وہ نامدار
گردن ہلا کے رہ گیا اسپ وفا شعار
پانی سے تھوتنی کو اٹھاتا تھا بار بار
جاں بازی سمند پہ غازی نے رو دیا
غازی کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

۱۰۴
دریا سے بھر چکا وہ بہشتی جو مشک آب
تو مشک لے کے چلا جگر و جان بوتراب
چلایا فوج کو عمر خانہ خراب
سادات پر بس اب نہ کبھی ہوں گے فتحیاب
گر مشک تا خیام شہ نیک خو گئی
یہ جان لو کہ جان گئی آبرو گئی

۱۰۵
یہ شور سن کے گھاٹ پہ اُمڈی سپاہ شام
تولے تھے پہلواں تبر و خنجر و حسام
پہلے سے بھی زیادہ ہوا کچھ ہجوم عام
غل تھا کہ ہاں نکلنے نہ پائے یہ تشنہ کام
اب پاس آبرو کا ہے جانوں کا غم نہیں
عباسؑ نامور نہیں یا آج ہم نہیں

۱۰۶
تیغ دو دم کو تول کے غازی نے دی صدا
پہلے نہ رک سکے تو بھلا اب رکیں گے کیا
بچ کر رہو دور جا بنو اے لشکر جفا
یہ گھاٹ تیغ کا ہے خبردار اک ذرا
دیکھیں تو یاں پرے کو جمائے کھڑے رہو
روکو تو برچھیوں سے ہم آئے کھڑے رہو

۱۰۷
یہ کہہ کے جوڑنے لگے حلقوں میں واں خدنگ
پھرکا جدھر زبانۂ شمشیر شعلہ رنگ
یاں بادپا ترائی میں تھا صورت نہنگ
پانی میں ڈوبنے لگے ناری کہاں کی جنگ
حیرت تمام فوج کو تھی اس کے کاٹ پر
برسا دی آگ تیغ کے پانی نے گھاٹ پر

۱۰۸
تا نصف راہ نہر سے لڑتا گیا دلیر
تکتے تھے سوئے خیمۂ شہ منہ کو پھیر پھیر
تودے کہیں سروں کے کہیں تھے تنوں کے ڈھیر
دم لے لیا کہیں کبھی جھپٹے مثال شیر
پھر پھر کے تیغ چلتی تھی اس دیں پناہ کی
پر ہائے کم نہ ہوتی تھی کثرت سپاہ کی

www.emarsiya.com

۱۰۹
نزدیک سے نہ کرتا تھا حربہ کوئی شریر
تھے ایک جان کے لیے دشمن جوان و پیر
پہلو سے تیر چلتے تھے اور سامنے سے تیر
برچھے تھے گرد بیچ میں تھا وہ مہ منیر
منظور ظلم سخت تھا ہر بد خصال کو
پھر تیغ لگاتے تھے حیدرؑ کے لال کو

۱۱۰
اک تشنہ کام لاکھوں میں کس کس کو دے جواب
کہتا تھا ہاتھ اٹھانے کی مجھ میں نہیں ہے تاب
شل ہو گیا تھا بازوئے فرزند بوتراب
لڑنے میں فکر تھی کہ نہ ضائع ہو مشک آب
پروا نہ تھی جو بازوؤں پر تیر کھاتے تھے
لیکن سپر سے مشک سکینہؑ بچاتے تھے

۱۱۱
برچھی سے چھد گیا کبھی دل اور جگر کبھی
چھاتی تلے تھی مشک کبھی دوش پر کبھی
اک شیر سے ادھر کبھی جھپٹے ادھر کبھی
سینہ کبھی تھا مشک کے اوپر سپر کبھی
رہوار پر سنبھلتے تھے جب جھوم جھوم کے
رہتے تھے بازوؤں کو علیؑ چوم چوم کے

۱۱۲
تکتے تھے مسکرا کے سوئے آسماں کبھی
لگتا تھا تن پہ تیر کبھی اور سناں کبھی
ہونٹوں پہ پھیرتے تھے سوکھی زباں کبھی
جھکتے تھے خود فرس سے کبھی اور نشاں کبھی
گھوڑے کو جب بڑھاتے رانوں میں داب کے
قدموں سے نکلے جاتے تھے حلقے رکاب کے

۱۱۳
چھینٹیں لہو کی اڑ کے جو پڑتی تھیں مشک پر
یہ پاس تھا کہ تیغوں سے ٹکڑے ہو میرا سر
دامن سے پونچھتے تھے علم دار نامور
شق گر علم کا نہ ہوئے لہو سے تر
اقبال بادشاہ زمین و زماں رہے
دنیا میں ہم رہیں نہ رہیں یہ نشاں رہے

۱۱۴
واحیف وادریغ تمنائے جاں نثار
اور یاں کمیں میں تھا بن ورقائے نابکار
جھکتے تھے بار بار سنبھلتے تھے بار بار
ماری شقی نے دوش پہ اک تیغ آبدار
آفت پڑی نصیب سکینہؑ الٹ گیا
لڑتے تھے جس سے ہائے وہی ہاتھ کٹ گیا

۱۱۵
اک ہاتھ سے سنبھالے تھا مشکیزہ و علم
گھوڑے پہ سیدھے ہوتے تھے گاہے تو گاہ خم
بہتا تھا خون ضعف بھی بڑھتا تھا دم بہ دم
فریاد الغیاث ستم پر ہوا ستم
تیغا کسی کا شیر کے شانے پہ پھر پڑا
وہ ہاتھ بھی بدن سے جدا ہو کے گر پڑا

۱۱۶
کٹ کے گرا تھا بازوئے غازی جو زمین پر
بے دیں یہ چاہتے تھے کہ لیں تیغ شعلہ ور
تلوار ادھر لپک رہی تھی اور ہاتھ ادھر
قبضہ نہ چھوڑتا تھا کٹے ہاتھ کو مگر
صدقے تھے جو اس ابن شہ ذوالفقار کے
چھیدے علم کی نوک سے دل پانچ چار کے

۱۱۷
بے دست یاں ہوا جو وہ مہرو حسینؑ کا
غل تھا کہ خالی اب ہوا پہلو حسینؑ کا
واں تھرتھرا کے رہ گیا بازو حسینؑ کا
گھائل ہوا برادر خوش رو حسینؑ کا
ہاں نوبتیں بجاؤ ظفر یاب ہم ہوئے
گویا علیؑ کے دست مبارک قلم ہوئے

www.emarsiya.com

118
گو ہاتھ کٹ گئے تھے مگر کچھ نہ تھا ہراس
غم تھا کہ گر پڑا علمِ شاہِ حق شناس
دانتوں سے جھک کے مشک کو پکڑا بدرد و یاس
یہ رعب تھا کہ ڈر سے نہ آتا تھا کوئی پاس
آنکھیں لہو تھیں رخ سے جلال آشکار تھا
شکیزہ تھا کہ شیر کے منہ میں شکار تھا

119
ٹھکرا کے راہوار کو بڑھتے تھے واں سے جب
اس پر بھی بڑھ چلا تھا وہ بیدست تشنہ لب
چھاتی پہ نیزے رکھ کے انھیں روکتے تھے سب
مارا کسی نے فرق پہ اک گرز ہے غضب
صدمے سے زرد چہرۂ پرنور ہو گیا
ضربت لگی کہ کاسۂ سر چور ہو گیا

120
ہر چند پھٹ گیا تھا سرِ دلبرِ علیؑ
اپنا نہ کچھ خیال تھا پیاسوں کی فکر تھی
تسمہ نہ چھوڑا مشک کا دانتوں سے اس پہ بھی
ہرنے پہ سر ٹیک دیا جب مشک چھد گئی
آنکھوں سے اشک بہہ گئے بصد یاس گر چلے
پانی گرا تو گھوڑے سے عباسؑ گر پڑے

121
آئی صدائے شیرِ الٰہیؑ یہ ایک بار
ہے یہ ترے لیے مری گودی میں بے قرار
شبیرؑ آ نثار ہوا تجھ پہ جان نثار
عاشق کو ہے ترے ترے آنے کا انتظار
ہونٹوں پہ دم بہ دم ہے صدا یا حسینؑ کی
آنکھیں تری طرف ہیں مرے نورِ عین کی

122
جس دم سنا حسینؑ نے یہ نوحۂ پدر
گر گر اٹھے سنبھل کے گرے شاہِ بحر و بر
ٹپکا عمامۂ سرِ اقدس کو خاک پر
چلائے ہاتھ اکبرؑ مہ رو کا تھام کر
وا حسرتا جوان برادر بچھڑ گیا
تھامو ہمیں کہ بند کمر کا اکھڑ گیا

123
زینبؑ نے دی صدا کہ میں قربان کیا ہوا
ہے ہے کا شور اہلِ حرم میں بپا ہوا
چلائے اے بہن مرا عاشق جدا ہوا
زہراؑ نے دی صدا کہ بڑا حادثہ ہوا
گھبرا کے بنتِ شاہِ مدینہ نکل پڑی
حضرت ٹھہرے نہ تھے کہ سکینہؑ نکل پڑی

124
دریا پہ سر برہنہ شہِ بحر و بر چلے
اکبرؑ سنبھالے باپ کو با چشمِ تر چلے
صدمہ یہ تھا کہ ہاتھوں سے تھامے کمر چلے
یہ بھی چلے ادھر شہِ والا جدھر چلے
صدمہ ہے ضربِ غم سے دلِ پاش پاش پر
رونے کو بھائی جاتا ہے بھائی کی لاش پر

125
صورت یہ شاہ کی ہے کہ زلفوں پہ خاک ہے
سوکھے لبوں پہ نالۂ روحی فداک ہے
آلودۂ غبارِ الم روئے پاک ہے
اور تا کمر قبا کا گریبان چاک ہے
دستِ یسار بیٹے کی گردن میں ڈالے ہیں
شہ کو جھکے ہوئے علی اکبرؑ سنبھالے ہیں

126
جب پاؤں کانپتے تھے تو کہتے تھے رو کے شاہ
دریا نہ اتنا دور تھا اے میرے رشکِ ماہ
طاقت بدن کی لے گئے عباسؑ آہ آہ
رستہ غلط کیا ہے کہ کچھ بڑھ گئی ہے راہ
ہے دور یاں سے یاں ابھائی قریب ہے
کہتے ہیں وہ حضور ترائی قریب ہے

www.emarsiya.com

القصہ لائے باپ کو اکبرؑ ترائی میں
پانی جو بوئے خون برادر ترائی میں
گذری تھی عمر ہاتھ جب جوڑتے ہوئے

127 زخمی ملا وہ شیر دلاور ترائی میں
لاشے کے پاس گر پڑے سرور ترائی میں
دیکھا اسی کو خاک پہ دم توڑتے ہوئے

منہ رکھ کے منہ پہ بھائی کے بھائی نے دی صدا
کیوں پتلیاں پھراتے ہو بھائی یہ کیا یہ کیا
میرا بھی حلق خشک ہے خنجر کے واسطے

128 اے شیر اے دلیر یہ بے کس ترے فدا
عباسؑ میں حسینؑ ہوں دیکھو مجھے ذرا
بھائی کو چھوڑے جاتے ہو دم بھر کے واسطے

ٹھہرو عنانِ توسنِ عمر رواں نہ لو
کروٹ کرو کہ مرے آرام جاں نہ لو
مر جاؤں گا میں ساتھ اگر چھوٹ جائیے گا

129 ساتھی تھکا ہوا ہے رہ کاروان نہ لو
لگی ہے چوٹ دل پہ مرے ہچکیاں نہ لو
بھائی مرا تو رشتۂ جاں ٹوٹ جائے گا

بولے یہ آنکھ کھول کے عباسؑ نامدار
یہ موت زندگی ہے رہے فخر و افتخار
دیدار دیکھنے میں نہ آتا تو موت تھی

130 آقا ہزار جانِ گرامی ترے نثار
نکلے جو گل کے سامنے بلبل کی جان زار
پروانہ شمع کو جو نہ پاتا تو موت تھی

زانوئے پاک نور خدا اور سر حقیر
ذرے کو مہر کر دیا اے آسمان سریر
بابا یہ اوج ماں کی نہ بابا کی گود میں

131 عالم کا بادشاہ کہاں اور کہاں فقیر
تکیہ کسی کو بھی یہ ملا ہے دم اخیر
معراج مل گئی شہ والا کی گود میں

رحمت سے رخ کیا مری جانب حضور آئے
روشن ہو کیوں نہ چشم جو خالق کا نور آئے
عشاق مر بھی جاتے ہیں زخمی بھی ہوتے ہیں

132 لے کر رسولؐ جام شراب طہور آئے
ایسا نہ ہو سرور جو بالیں پہ حور آئے
میں اب تو تندرست ہوں کیوں آپ روتے ہیں

مولا کھڑے ہیں سامنے محبوب ذوالجلال
استادہ ہیں یہ حضرت شبر انکو خصال
تنہا نہیں حضور بھلا کیوں ہراس ہیں

133 یہ رو رہے ہیں شیر الٰہی بصد ملال
یہ فاطمہؑ ہیں پہلو میں بکھرائے سر کے بال
جن کا غلام میں ہوں وہ سب میرے پاس ہیں

شہ نے کہا کہ لینے کو آئے ہیں تم کو سب
سر خلک پر ٹیک کے یہ بولا وہ جاں بہ لب
کس کس کو رو گئے کہ یہ اعدا گھیرے ہیں

134 عباسؑ چھوڑ جاؤ گے اب ہم کو ہے غضب
اے جان فاطمہؑ جگر سید عرب
صدمہ بڑا یہی ہے کہ حضرت اکیلے ہیں

راحت کی راہ ہے سفر گلشن ارم
اب تک تو کب کے مر گئے ہوتے تڑپ کے ہم
دنیا سے کوچ کرنے کو جی چاہتا نہیں

135 صدمہ مگر ہے روح پہ اے قبلۂ امم
الفت یہ آپ کی ہے کہ اٹکا ہوا ہے دم
اے بھائی جان مرنے کو جی چاہتا نہیں

www.emarsiya.com

136
یہ کہہ کے چپ ہوئے تھے کہ اٹھا جگر میں درد
لیں کروٹیں تو پھر گئی زخموں میں رن کی گرد
رخسار سرخ سرخ جو تھے ہو گئے وہ زرد
منہ رکھ کے شہ کے پاؤں پہ کھینچی اک آہ سرد
دنیا سے انتقال علمدار ہو گیا
سردار فوج بیکس و ناچار ہو گیا

137
بھائی کے آگے بھائی تڑپ کر جو مر گیا
خنجر الم کا دل سے جگر تک اتر گیا
صدمہ غضب کا سبط نبی پر گزر گیا
چلاتے تھے کہ شیر ہمارا کدھر گیا
لیتے تھے بوسے جھک کے تن پاش پاش کے
اٹھ اٹھ کے گرد پھرتے تھے بھائی کی لاش کے

138
جھک کر پکارتے تھے کہ بھیا صدا سناؤ
زینب کھڑی بلاتی ہیں خیمے کے در پہ جاؤ
سر رکھ لو میرے زانو پہ گردن ذرا اٹھاؤ
کب سے بلک رہی ہے سکینہ کو دیکھ آؤ
باتوں میں پیار کی کہیں تم سے گلا نہ ہو
دریا پہ سو گئے ہو سکینہ خفا نہ ہو

139
کیا ہے، جو آنکھ بند کیے ہو حیا سے تم
اکبر ہمیں بچاتے تھے لو سے ہوا سے تم
کیا کچھ خفا ہو سبط رسولِ خدا سے تم
ہم اَٹ گئے ہیں گرد تو جھاڑو قبا سے تم
ہے دوپہر کا وقت برادر پہ دھوپ ہے
سایہ کرو علم کا مرے سر پہ دھوپ ہے

140
اکبر نے رو کے عرض یہ کی اے شہ زماں
لے چلئے گھر میں لاش علمدار نوجواں
رونے سے اب ملیں گے نہ حضرت کے بھائی جاں
ایسا نہ ہو نکل پڑیں خیمہ سے بی بیاں
دریا پہ ننگے سر کہیں بنت علی نہ آئے
فضہ کو ساتھ لے کے سکینہ چلی نہ آئے

141
سینے سے کی حسین نے اک دل آہ دل خراش
اچھا بتاؤ تم کہ میں کیونکر اٹھاؤں لاش
فرمایا اس کے بدلے نہیں موت آئے کاش
سر چار پارہ ہاتھ جدا جسم پاش پاش
کیوں کر کہوں کہ لاشۂ علم گھر میں لے چلو
میت کے بدلے مشک و علم گھر میں لے چلو

142
اکبر نے جب علم کو اٹھایا بدرد و آہ
ہاتھوں سے سر کو پیٹ کے کہنے لگے یہ شاہ
رونے لگے پکار کے حالت ہوئی تباہ
باندھو علم میں مشک بھی اے میرے رشک ماہ
ہے جس طرح زمانے میں اندوہ و غم کا ساتھ
اب حشر تک رہا یوں ہی مشک و الم کا ساتھ

143
اکبر نے عرض کی کہ چلیں اب شہ زماں
واں بھی مرے لیے وہی ہوتا ہے جو یہاں
رو کر امام دیں نے کہا جائیں اب کہاں
اپنا بھی گھر ہے اب وہی بھائی رہے جہاں
اٹھتے نہ تھے حسین برادر کو چھوڑ کر
رکھا پسر نے پاؤں پہ سر ہاتھ جوڑ کر

144
ناچار اٹھ کے واں سے امام امم چلے
اکبر تو آگے لے کے وہ مشک و علم چلے
فرمایا تو کریم نگہبان ہم چلے
سر ننگے پیچھے سرورِ عالی ہمم چلے
جنگل میں شورِ نالہ و فریاد و آہ تھا
حضرت کے پیچھے اسپ علمدار شاہ تھا

www.emarsiya.com

۱۴۵
فضہ کھڑی تھی خیمے کے باہر جو بے خبر
پردہ اُلٹ کے خیمے کا بولی وہ نوحہ گر
حضرت کو اُس نے دور سے دیکھا برہنہ سر
پیدا ہُوا اُٹھو علَم آتا ہے خوں میں تر
اکبرؑ علَم ہے پر علیؑ کا نشاں نہیں
کوتل فرس تو آتا ہے وہ نوجواں نہیں

۱۴۶
ناگاہ سب کو دور سے آیا نظر نشاں
گویا کہ تھا شبیہِ الم سر پہ سرنشاں
تھا خاک سے بھرا ہوا وہ جلوہ گر نشاں
ڈوبا تھا خوں سے پنجۂ پرنورِ دُرفشاں
چھپ جاتا تھا پھریرے میں یوں کانپ کانپ کے
روتا ہے جس طرح کوئی منہ ڈھانپ ڈھانپ کے

۱۴۷
سمجھے یہ سب کہ بازوے عباسؑ کٹ گئے
بچوں کے ننھے ننھے جگر غم سے پھٹ گئے
سیدانیوں کے غم سے لہو اور گھٹ گئے
رنگ اُڑ گئے رخوں سے کلیجے اُلٹ گئے
ہر دل پہ برقِ رنج و غم و یاس گر پڑی
بچوں سمیت زوجۂ عباسؑ گر پڑی

۱۴۸
اکبرؑ علَم کو خیمے کے اندر جھکا کے لائے
چلاتے تھے کہ بھائی کو بھائی کہاں سے پائے
سر اپنا پیٹتے ہوئے گھر میں حسینؑ آئے
عاشق نے ساتھ چھوڑ دیا ہائے ہائے ہائے
چھینا اجل نے ہم سے ہمارے دلیر کو
لوٹی بہو ترائی میں رو آئے شیر کو

۱۴۹
لپٹی تو تھی علَم سے سکینہؑ جگر فگار
پرچم پہ یوں پھڑکتا تھا پنجہ وہ بار بار
ہے ہے علیؑ کے لعل کی رانڈوں میں تھی پکار
سر پیٹتے جس طرح کوئی مظلوم سوگوار
تصویرِ حسرت و الم و یاس بن گیا
رایت بھی نخلِ ماتمِ عباسؑ بن گیا

۱۵۰
زیرِ علَم تھا زوجۂ عباسؑ کا یہ حال
چلاتی تھی کہ اے اسدِ کبریا کے لال
اٹا بھرا تھا خاک سے بکھرے ہوئے تھے بال
میں سر کو پیٹتی ہوں تمہیں کچھ نہیں خیال
جاتا ہے یوں جہاں سے کوئی آنکھ موڑ کے
مسکن کیا ترائی میں لونڈی کو چھوڑ کے

۱۵۱
مر جائے گی کنیز جو صاحب جدا رہے
ہیں آپ جس جگہ وہیں لونڈی بھی آ رہے
وہ کیجیے کہ خلق میں ذکرِ وفا رہے
تھوڑی سی جا مرے لیے پائینِ یار رہے
بیٹوں کا قرب چاہتی ہوں نہ عزیز کا
صاحب کی پائنتی ہو سرہانا کنیز کا

۱۵۲
دریا کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا تم کو بھا گئی
صورت تمہیں عروسِ شہادت دکھا گئی
جاگے تمام رات کے تھے نیند آ گئی
کیا خوش نصیب تھی کہ اجل تم کو پا گئی
ہم تیرہ بخت ہجر کی راتوں میں روئیں گے
جاگے نصیب قبر کے آپ اس میں سوئیں گے

۱۵۳
صاحب پکارتی ہے یہ لونڈی ادھر تو آؤ
صورت کوئی پناہ کی میرے لیئے بتاؤ
دامن قبا کا رکھ کے کمر میں علَم اٹھاؤ
دنیا تو اب اجڑ گئی والی مجھے بلاؤ
جب تم نہ ہو تو موت ہمارا علاج ہے
صاحب کے ہاتھ ہاتھ پکڑنے کی لاج ہے

www.emarsiya.com

۱۵۴
فرمایئے تھا آج کی شب تک ہمارا پیار
یہ کہتی تھی کہ سو رہو اک آن میں نثار
اُٹھ اُٹھ کے دیکھتے تھے مرے منہ کو بار بار
کہتے تھے رو کے اب یہی صحبت ہے یادگار
فرقت میں وصل کی سحر و شام پھر کہاں
سونا تو حشر تک ہے یہ آرام پھر کہاں

۱۵۵
یہ دل میں کہتی تھی کہ خوشامد کا کیا سبب
صاحب میں دونوں ہاتھوں کو جوڑتی ہوں اب
کیا تھی خبر کہ صبح کو بچھڑو گے ہے غضب
تم جس جگہ گئے ہو مجھے بھی کرو طلب
چھوڑو نہ اس کو جس کا کوئی آسرا نہیں
صاحب کے سلسلہ میں کوئی بے وفا نہیں

۱۵۶
یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی وہ جگر فگار
وارث کے غم میں ہوتا ہے یہ حال میں نثار
زینبؑ نے شاہِ دیں سے کہا رو کے زار زار
لے جایئے علم کو اب اے شاہ نامدار
ماتم میں اور کوئی مصیبت گذر نہ جائے
ڈر ہے مجھے کہ زوجۂ عباسؑ مر نہ جائے

۱۵۷
زینبؑ سے رو کے کہنے لگے سرورِ زمن
اب تو نہ فوج ہے نہ علمدار صف شکن
لشکر نشاں کو جائے کہاں اب یہ بے وطن
گھر لٹ گیا علم کو بڑھاؤ بس اے بہن
لو یہ نشانیِ شہِ دلدل سوار لو
پٹکا علم سے کھول لو پنجہ اتار لو

۱۵۸
جس دم سنا علم کے بڑھانے کا سب نے نام
رایت لٹا کے خاک پہ کہنے لگے امام
سر اٹھ کے پیٹنے لگیں سیدانیاں تمام
بس الوداع اے علمِ سیدِ انام
پیاسے گلے کو خنجرِ خونخوار چاہیئے
بس اب مجھے علم نہ علمدار چاہیئے

۱۵۹
پُرخوں علم کے پاس تھے عباسؑ کے پسر
ان نے جو طوق اتارے تھے اور کان کے گہر
تکمے کھلے تھے کرتوں کے تھراتے تھے جگر
سہما ہوا تھا ایک تو اک پیٹتا تھا سر
زلفوں پہ گرد تھی تو رخوں پر غبار تھا
چہروں سے دردِ بے پدری آشکار تھا

۱۶۰
چھوٹا یہ شہ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا
آیا علم پر اُن کے نہ آنے کی وجہ کیا
بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے اے چچا
چھوٹے سے رو کے تب یہ بڑے بھائی نے کہا
اماں کی مانگ اُجڑ گئی صدمے گذر گئے
بھیا تمہیں خبر نہیں بابا تو مر گئے

۱۶۱
دوڑا یہ سن کے نہر کی جانب وہ بے پدر
ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ نوحہ گر
رو کے پکارے شاہ کہ بیٹا چلے کدھر
بابا کی لاش اٹھانے کو جاتے ہیں نہر پر
میت نہ اٹھ سکے گی تو خالی نہ آئیں گے
دامن میں ہم کٹے ہوئے ہاتھوں کو لائیں گے

۱۶۲
بس اے انیسؔ بس کہ دعا کا ہے یہ مقام
مداحِ آلِ پاکِ نبیؐ تھا وہ خوش کلام
ہو مغفرتِ خلیقؔ کی یارب ذوالاکرام
یارب اسی بزرگ کا یہ فیض ہے تمام
بندہ وہ کون سا ہے کہ جو بے قصور ہے
گر بخشدے تو کیا تری رحمت سے دور ہے